

ان سویٹ آف روز میں رہنا مشکل تھا جیاں چیزوں سے لے کر انسان تک بے قابو  
بے فائدہ لرمکتے پھرتے تھے۔

کراشس کی رات سے بہت پہلے کی بات ہے، ایک روز پارو نے آخری  
بار آنکھ سے مردار ہاتھی کی جلد چھوٹکی۔

«اُنھوں کچھ کرو گل رُخ خدا کے لئے۔ کب تک پیتے رہو گے؟»  
«کیا کروں؟» کروٹ لے کر گل رُخ نے پوچھا۔

«تم ایک بچے کے باپ بننے والے ہو۔ کچھ اسی کے لئے زندگی کے آثار پیدا کرو،  
اپنے بچے کے لئے کچھ زندہ ہو جاؤ!»

«وہ بھی آگر قوتار ہے گا۔ رونے دو، پاگل گنجے مارن برازد و جیسا  
گل رُخ بولا بڑی نظرت سے پارو نے کہا۔ «پتہ ہے تم مجھے اس نیرو کی یاد  
دلاتے ہو جو بنسری بجا تار ہا اور سارا روم جل گیا۔»

«پاں ہم دونوں میں مشاہدہ ہے۔ دونوں کے لئے زندگی بے معنی ہے۔  
وہ گل رُخ تم یہ صحت سمجھنا کر میں بہت ہار دوں گی میرے باپ کے نزدیک  
سک انڈسٹری کوئی چیز نہیں ہے۔ وہ ہر مردہ فیکر ہی میں روح چھوٹکھے سکتا ہے۔»

«پھر؟۔۔۔»

«میں تمہارے متعلق ایسی انواہ اڑاؤں گی کہ تمہارے گھر کا بچہ بچہ زندہ  
ہو جائے گا۔۔۔ تم اگر میرے بچے کے لئے زندہ نہ ہوئے تو میں تمہیں زندہ  
نہیں چھوڑوں گی۔ تم میں جلے پیر کی بی آبے گی اور تم لوں یستھا، بسونا اور  
ہوا خارج کرنا بھول جاؤ گے۔۔۔»

ایسے ہی ہوا۔

پارو نے کاموں میراث کی شہتوت رنگی کو بلا کہ مزاداری سے بتایا کہ

گل رُخ نامرد ہے اور اسی نے پارو تینخ نکاح کے لئے کوشش کر رہی ہے۔  
 شہتوت رنگی نے یہ تو سوال نہ کیا کہ اگر گل رُخ نامرد ہے تو پھر پارو بیوکیے  
 بخاری قدم لئے برآمدے میں پھرتی ہے۔ لیکن اس نے اس راز کو گیتو مہری  
 کی بجا بھی کو بتایا۔ بجا بھی نے بہشتی کی سالی سے بات کی۔ ہر یا لی سالی نے  
 پانچ مردوں میں تھقہہ رکا کر پرالی چھینکنے کے انداز میں بات کی..... اور حاسے  
 میں ڈھول تاشے بجئے لگے.... شہد کی مکھیاں پیغام لے کر آنے جانے لگیں۔  
 اور گل رُخ کی تھڑی تھڑی ہو گئی تب آمنہ ملکانی نے حکم دیا کہ بزنس مینوں کے گھر سے  
 پارو بیوے کو قبیٹ نہیں آسکتا۔ اگر کوئی آیا تو واپس نہیں جائے گا وہ جس دم سے  
 پارو کو مارنے کا دل ہی دل میں عہد کر چکی تھی۔ وہ تو کبھی کاپارو کو ختم کر دیتی۔  
 پر پوتے کی آس نے پارو بیوکی زندگی بچائے رکھی۔

اس رات جب بحدی چھپے پارو کا ذہین خوبصورت بجا تی کھڑکی ٹاپ کر  
 اسے ملنے آیا تو وہ ترثہ گئی۔

”تم کیسے آئے ہو ما جد۔ تمہیں یہاں کس نے آنے دیا۔ جانتے نہیں یہاں  
 کے حالات کیسے ہیں؟ تمہیں کوئی مار دے گا یہ تو قوف“

”حویلی سے باہر کار کھڑی ہے۔ درختوں میں سے چھپ کر آیا ہوں۔

چلو.... ابھی وقت ہے آبا نے بلا یا ہے۔

پارو بہونے خاموشی سے ایسی میں  
 سامان رکھا۔ اس کے بجا تی نے ابھی ایک جوتا جراب اٹا کر پتکون کا ایک پانچھپہ  
 وضو کرنے کے لئے اٹھایا تھا کہ دروازہ دھڑ دھڑایا۔

پارو بہونے دروازے کی سمجھتی سے دیکھا اور پھر بجا تی سے بولی۔

”مجاگ جاؤ۔ گل رُخ نئے میں ہے، تمہیں نہیں پہچانے گا مگر ملکانی کے کارندے

نمیں نہیں پھوڑیں گے۔ جاؤ۔ ابھی اسی وقت ہے  
 ہوتے ہو اتے، سمجھتے سمجھاتے، کھجھتے کھجاتے، جلتے جلاتے، مکانی  
 نورافشان آخ رکو برآمدے میں دہنے لگی۔ جیسے دھوپ کبھی ادھر کبھی اُدھر  
 برآمدے میں سائے پھوڑتی ہے، اسی طرح بڑی ملکانی کبھی اپنی کرسی ستون  
 کے پاس کبھی منی پلانٹ کے قریب اور کبھی قد آدم آئینوں سے پنج کر کھسکا لیتی  
 یکن رُخ اس کا ہمیشہ ملک آصف کے کمرے کی طرف رہتا۔ یادوں نے اس سے  
 آنکھ مچوںی کھیلنا شروع کر دیا تھا۔ وہ ملک آصف کے والد کا پھرہ یاد کرنا چاہتی  
 یکن وہ اس کے ذہن کی سکرین پر نہ آتا۔ کروں میں گئے لوگوں کی آوازیں اسے  
 چونکا دیتیں۔ جیوانی میں وہ پھر دل سے ڈرتی تھیں اب اسے موت سے خوف  
 آتا تھا۔ وہ دنیا میں کسی چیز، واقعہ انسان کی منتظر نہ تھی پھر بھی آنے والی  
 موت ہر حد اسے، سانچے، بیماری، آفت، زلزلے سے ہمیشہ تھی.....  
 وہ بہت بائیں یاد کرنا چاہتی تھی پرواوات کا سر اٹھنے سے پہلے اسے  
 اونکھے آجائی۔ وہ کئی پھر دل کے نام یاد کرنا چاہتی اور کئی ناموں کے چہرے بھول  
 گئی تھی۔

ساری زندگی کا سفر برآمدے میں ایک کرسی کے سفرستے زیادہ نہ تھا۔  
 کبھی یہاں سر کالی، کبھی دیاں اٹھا کر رکھ دی۔ اگر کوئی اہم واقعہ تھا تو وہ  
 ڈیکھو ریشن پیس کی طرح گم سم سجا تھا۔ نہ ہلسا تھا نہ بولتا تھا۔

جس روز سورج گر ہن لگا اس روز دادی نورافشان نے آسمان کی  
 نر دروشنی درکھ کر کئی بار لا جوں پڑھی۔ ہر بار جب پار وہ برو برآمدے میں آتی  
 تو وہ کہتی۔ ”قیچی سونی کو ہاتھ نہ لگانا پار وہ بہو کون جانے آنے والے پر  
 کیا اثر ہو؟“

نہ جانتے وہ کب کی بات تھی؟ — دادی نے سوچا جب ایک بھائیکو سچھ کے ساتھ پارو بہو اپنے کرے سے نکلی .... کچھ مزارع گل رخ کو اٹھائے سیڑھیاں چڑھ رہے تھے۔ پھر آمنہ ملکانی بیٹر دپٹ کے سینہ کو شتی آئی۔ جس وقت مزارعوں نے سیاہ مرسلنے میں سے نکال کر گل رخ کی لاش کو ملکانی نورافشاں کے پاس تخت پوش پر ڈالا۔ اپنے اپنے سورج گر ہن میں سے نکل گیا اور سارے میں سورج کی روشنی پھیل گئی۔

تخت پوش کے گرد آمنہ ملکانی، پارو بہو اور ملک آصف کھڑے تھے۔ دادی گل اقتان نے اپنے بدنظام آصف کو دیکھا۔ وہ سوچنا چاہتی تھی کہ اس کے باپ کا پھر وہ کیسا تھا! میکن اسے کچھ سمجھی یاد نہ آ رہا تھا۔ پھر اس نے پوچھنا چاہا کہ گل رخ اپنے کیسے رخصت ہوا؟

کیا اس نے خود کشی کی؟

کیا کسی دشمن نے مروادا؟

کیا کوئی حادثہ ہوا؟

یکن پھر ملکانی نورافشاں نے پارو بہو کی طرح لب کامنا اور آمنہ ملکانی کی طرح رونے لگی۔ یک عرصہ ہوا اس نے سوال پوچھنا ہند کر دیئے تھے۔ اسے معلوم تھا کہ سوالوں کا جواب کبھی نہیں ملتا۔ تسلی ملتی ہے، جھوٹ حاضر کئے جاتے ہیں لیکن سوال ادھورے رہتے ہیں۔ — پھر دادی نورافشاں نے اپنی اتنی بھی زندگی کو ایک سانس میں دیکھ کر سوچا۔

پوچھنے کا فائدہ بھی کیا ہے؟ اس دارالفنون میں ہوتا ہوا کچھ نہیں۔ بس آدمی پھیرا گانے آتا ہے۔ آتا ہے اور چلا جاتا ہے اور اس آنے جانے کے درمیان ہنستے ہنساتے روئے رُلاتے، چلتے چلاتے کچھ ایسے واقعات ہو جاتے ہیں